رجسٹرڈ نمبر
منشی مشکور علی علوی [illegible] ایم اے ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد — می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

پندرہ روزہ کاکوری اخبار

ایڈیٹر (آنرری) نسیم الدین

سالانہ چندہ	۲؎
فی پرچہ	۲/

جلد ۹ | کاکوری جمعہ یکم مئی سنہ ۴۲ء مطابق ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۶۱ھ | نمبر ۱

ادبیات

دریائے اشک

بر سانحۂ ارتحال برادر محترم منشی عبدالعلیم ساز باسطی مرحوم
(از انوار احمد علوی ایم اے۔ کاکوروی)

کردہ رحلت زین جہاں عبدالعلیم — ساکنان خلد را گشتہ ندیم
سلکش پیوستہ تسلیم و رضا — فی الحقیقت بود او عبد حلیم
او کہ بودہ عافیت خواہ ہمہ — داشت بہر ہر کسے لطف عمیم
مردہ در گور است علیم و ماہمہ — زندہ در گور الم از ہجرت لئیم
وز فرط غمش بانوئے او — دیدہ گریاں سینہ بریاں دل دو نیم
شد [illegible] ساز شد ناسازگار — ساز باسط خالی از سوز سلیم
[illegible] رشتی .... پیمانہا — آں ہمہ بشکستی در فتی علیم
کاخ انوار بدل سال او — کردہ در شبہا بغم فکر الیم
با کشید از مصرع و تاریخ یافت
جائے او شد باغ جنات نعیم

۱۹۵۲ - ۱۰ = ۱۹۴۲ء

؎ مرحوم پہلے تو ز تخلص کرتے تھے۔ بعد میں ساز باسطی لکھا کرتے تھے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تعریف حسن

جب میں گزشتہ زمانہ کی عشق و محبت کے افسانے پڑھتا ہوں اور اُن میں حسین عورتوں کی تعریف دیکھتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان قدیم ادباء نے تمہارے حُسن کی تعریف کی ہے۔

جب اِن کا قلم اپنے قصہ کی ہیروئن کے چہرے سے آنکھوں، گیسوؤں، ناک، غرض ہر عضو کی تعریف کرتا ہے تو مجھے معلوم ہوتا ہے یہ تمہارے اعضائے بدن کی تعریف ہے۔

اُن کی تعریفیں دراصل پیشین گوئیاں ہیں کہ ایسی ہستی عالم وجود میں آئے گی۔ جو ان تمام محاسن کا مجموعہ ہو گی۔

وہ تمہارے متعلق پرستارانہ رنگ میں لکھ تو گئے، لیکن تمہارے حُسن کی صحیح تعریف کرنے میں ناکام رہے ـــــ کیونکہ تم اس وقت جنکے سامنے موجود ہو وہ بھی تمھیں دیکھ کر صرف متحیر ہو سکتے ہیں۔ ان کی زبان یا قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ تمہارے حُسن کی تعریف کر سکیں۔

(انگریزی سے اخذ)

(ماخوذ)

(شیکسپیر)

نوٹ ضروری۔ منشی عبدالعلیم علوی باسطی مرحوم کے ارتحال کے متعلق خبر کے علاوہ مختصر نوٹ بھی ہم لکھ چکے ہیں ایک بسیط مضمون مرحوم کے چچا صاحب کا بھی اخبار مذکور چکا ہے اور آج کی اشاعت میں ایک تاریخ بھی شائع ہوئی ہے اب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | یکم مئی سنہ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱

اخبار کے سال نو کا آغاز

الحمد اللہ علی احسانہ، آج کاکوری اخبار دور ثانی اپنی عمر کے ساتویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس کمزور و ناتوان مجاہد وطن نے گذشتہ چھ سال بخیر و خوبی پورے کئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ سال رواں آپ کے خادم وطن کے لئے کیسا ثابت ہوگا۔ ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ ہمارے ارباب وطن کا طرز عمل اپنے وطنی خدمتگذار کے متعلق کیسا رہا ہے؟ تجربہ شاہد ہے کہ چھ سال تک جتنا بھی کہا گیا اور جسقدر بھی لکھا گیا اُن کا ہمارے تعصب کے حساس طبائع پر کیسا اثر ہوا یا اُن کے ضمیر نے اُن کو کیا مشورہ دیا ہم اس کے متعلق کچھ کہنا بے کار سمجھتے ہیں۔

اس پُر آشوب اور گرانی کے زمانہ میں اخبار کو کس طرح جاری رکھا گیا۔ اس کو اللہ تعالےٰ کی رحمت ہی سمجھئے۔ شکر ہے کہ باوجود خرابی صحت کے ہم کو خداوند تبرک و تعالےٰ نے اتنی قوت عطا فرمائی کہ ہم اخباری ذمہ داریوں کو انجام دیتے رہے اور جلد یا بدیر اخبار کی طیاری در وان گی عمل میں آتی رہی۔

آخر مارچ میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اخبار کو بند کرکے پورا وقت قومی خدمت میں صرف کیا جائے۔ یعنی مسلم لیگ کی سکریٹری شپ کے فرائض یکسوئی و دلجمعی سے ادا کئے جائیں یا مسلم لیگ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوکر اخبار کو پورا وقت دیا جائے۔ کیونکہ بوجہ خرابی صحت دونوں کاموں میں بیک وقت مصروفیت باعث تکلیف ہوتی اور کام میں بھی تاخیر ہوتی تھی۔ چونکہ مسلم لیگ کے سکریٹری شپ کے فرائض بعض نوجوان ادا کرنے پر آمادہ ہوگئے اور اخبار کی ذمہ داریوں کو کوئی اور اپنے سر لینے کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لہٰذا بعد مشورہ مسلم لیگ کی سکریٹری شپ سے استعفا دیکر صرف اخبار کی ذمہ داریوں کو اپنے متعلق رکھا گیا ہے۔ خدا کرے صحت اچھی رہے اور ہم وطن کی خدمت باحسن وجوہ انجام دیتے رہیں۔ اور اپنے اہل وطن سے پھر التجا کریں گے کہ قدمے۔ سخنے۔ درمے۔ ہماری اعانت و امداد فرماتے رہیں۔

ہم اپنے اُن تمام معاونین کا جو اخبار کو اپنا سمجھکر ہماری امداد چندے سے۔ مضامین سے خبروں سے اور مفید مشوروں سے فرماتے رہتے ہیں۔ دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے بھی اسی طرح کی اعانت کے طالب ہیں۔

ہم اسوقت ایک نئی و مناسب تحریک یہ کرنا چاہتے ہیں اور اُن لوگوں سے خاص طور پر گذارش ہے۔ جو اخبار کی بقا کو ضروری سمجھتے ہیں کہ کم سے کم ایک ایک دو دو خریدار بہم پہونچا کر اخبار کو مالی دقتوں سے نجات دلائیں جو اسوقت کاغذ وغیرہ کی گرانی کے باعث ہم کو بہت متفکر کئے ہوئے ہیں۔ اس طرح ہم کو یکسوئی اور دلجمعی سے کام کرنے اور اخبار کو زندہ رکھنے کا موقع ملیگا۔ کیونکہ اخبار کے وہ معاون جو اس کو دل سے عزیز رکھتے ایک ایک کرکے داغ جدائی دیتے جاتے ہیں اور اس طرح مخلص خریداران کی کمی ہوتی جاتی ہے۔

آخر میں ہماری اپیل اُن حضرات سے ہے جو باوجود بار بار کی یاددہانی کے چندہ اخبار روانہ نہیں فرماتے اُن کو اگر خریداری منظور نہیں تو وہ براہ عنایت اخلاقی جرأت سے کام لیکر دفتر کو اپنا انکار لکھ بھیجیں تاکہ اخبار کو مزید نقصان نہ اُٹھانا پڑے اور ہم کو ایسے لوگوں سے بار بار تقاضے کی ضرورت نہ پڑے۔

نقوش

ریلوے اسٹیشن کی زبون حالی:۔ بار بار توجہ دلانے سے ثابت کرنے کے باوجود افسران ای۔ آئی۔ آر خصوصاً کے افسران متعلقہ نے اس وقت تک پبلک کی شکایات کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ عوام کی تکالیف کا ازالہ ہوا ہے۔ موجودہ بابو جنکے نرائن کی جرأت اور بھی بڑھتی جاتی ہے اور اُن کا طرز عمل پبلک کے ساتھ بدستور ہے۔ زبان درازی میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور بدنظمیوں کو ابھی رفع نہیں کیا گیا ہے۔ رات کو ٹرینوں کے اوقات میں پلیٹ فارم پر

اندھیرا ویسا ہی رہتا ہے جیسا کہ پہلے رہتا تھا منجملہ سات سات لالٹینوں کے جو دونوں پلیٹ فارموں پر لگی ہوئی ہیں صرف دو لالٹینیں ٹرین آنے کے وقت روشن ہوتی ہیں اور فوراً ٹرین کی روانگی کے بعد گل کردی جاتی ہیں خواہ مسافروں نے پلیٹ فارم چھوڑا ہو یا نہیں۔ پانی کا انتظام اب کچھ ہوا ہے اور مسافروں کو پانی نہ ملنے کی شکایت زیادہ سُنی نہیں گئی۔ ریلوے کمپاؤنڈ میں داخلہ کے لئے سڑک سے جو راستہ ہے وہ بہت خراب ہو گیا ہے اور یکوں کے پھاٹک کے اندر داخل ہونے میں زحمت اور سواریوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ صدری سڑک سے ریلوے کمپاؤنڈ کے اندر جہاں یکے کھڑے ہوتے ہیں پختہ سڑک جلد بننے کی ضرورت ہے ورنہ موسم برسات میں بڑی تکلیف مسافروں کو ہوگی۔ کیا یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اسٹیشن ماسٹر کی نوٹس میں نہیں آتیں اور وہ پبلک کی تکالیف کا احساس نہیں کرتے۔ ہم نے سُنا ہے کہ اسٹیشن ماسٹر صاحب کہتے ہیں کہ انھوں نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ اُن کی شکایات پبلک کی جانب سے کی جاتی ہیں اُن کا اثر افسران متعلقہ نہیں لیتے۔ بظاہر یہ ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے جو اور بھی قابل افسوس ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسٹیشن ماسٹر کا طرز عمل اور زبان درازی پبلک کے ساتھ بدستور ہے۔ کیونکہ اُن کے خیال میں کاکوری ریلوے اسٹیشن کا پٹہ اُن کے نام لکھ دیا گیا ہے۔ اور کوئی قوت اُن کو یہاں سے تبدیل نہیں کرا سکتی

صاحب ڈپٹی کمشنر توجہ فرمائیں:۔ بعض ضروریات زندگی اور غلّہ کے متعلق جو نرخ اخبارات میں ڈپٹی کمشنر صاحب لکھنؤ کی جانب سے شائع ہوتے رہتے ہیں اُن کی پابندی قصبہ میں کہاں تک ہوتی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ تقریباً روزانہ ہمارے پاس اس کی شکائتیں آتی رہتی ہیں کہ فلاں چیز کا نرخ یہ مقرر ہوا ہے اور دوکاندار مقررہ نرخ سے دو دو چار چار آنے لے رہے ہیں۔ ہم شکایت کرنے والوں سے کہہ دیتے ہیں کہ پولیس کو خلاف ورزیوں کی اطلاع کر دو۔ کیونکہ ہم اس قسم کی شکایات کا پبلک میں کھولنا نہیں چاہتے۔ جبکہ پولیس کے فرائض میں داخل ہے کہ شکایتوں کا تدارک کرے اور دیکھے کہ احکامات کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی ہے۔ اس وقت مٹی تیل کے متعلق عام شکایتیں ہیں کہ بھر کے بجائے دوکاندار ہر خریداروں سے لیتے ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس شکایات لانے والے ہماری ہدایت کے بموجب اہلکاران پولیس کو اطلاع بھی ان احکامات کی خلاف ورزیوں کی کرتے ہیں یا نہیں۔ اور پولیس کہاں تک اس کا تدارک کر سکتی ہے۔ مگر ہم کو کاکوری پولیس کے متعلق جو تجربہ ہے اُس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مقامی پولیس غالباً ایسی چھوٹی باتوں کی کیا پرواہ کرتی ہوگی جبکہ اہم واقعات اس کے لئے قابل توجہ نہیں ہوتے۔

عرق بید مُشک

اڑا۔ ڑا۔ ڑا۔ دھڑام۔ میں اسوقت مکان سے دور ایک کھُلے میدان میں تھا۔ اور مکان کی طرف آرہا تھا کہ دھڑ۔ دھڑ۔ دھڑ دھڑ کی آوازیں آنے لگیں۔

ہر وقت جنگ کی خبریں سنتے سنتے دماغ پک گیا تھا۔ جدھر بیٹھو یہی گفتگو۔ جدھر جاؤ یہی ذکر۔ وہ کلکتہ تک پہونچ گیا ہے۔ اُس نے مدراس پر حملہ کر دیا ہے۔ کل فلاں شہر پر بمباری ہوئی۔ آج فلاں جگہ دشمن کے ہوائی جہاز نظر آئے۔ جس مکان کو دیکھو خبروں کا ایک کارخانہ بنا ہوا ہے۔ ہر وقت قسم قسم کی خبریں نئے نئے سانچوں میں ڈھل کر نکل رہی ہیں مجھ سے جو کوئی بیان کرتا میں جھڑک دیتا اور دو چار صلواتیں سنا کر الگ ہو جاتا۔ مگر میرے ہوش اڑ گئے جب کل دشمن کے ہوائی جہاز میرے سر پر دھڑا دھڑ کرنے لگے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ یاجوج ماجوج واقعتاً یہیں دانت لگائے بیٹھے ہیں اور اتنی جلد یہاں آدھمکیں گے۔ نہ یہاں ہوائی حملوں سے بچنے کی پناہ گاہیں اور نہ ہوائی حملہ کی تنبیہی سیٹیاں بس یکایک دھڑ۔ دھڑ۔ دھڑا دھڑ کی خوفناک آوازیں آنے لگیں اور ساری فضا آگ اور دھویں سے تاریک ہو گئی۔ ہر طرف سے چیخ و پکار اور دردناک آہ و زاری کی آوازیں آرہی تھیں۔ لوگ دیوانہ وار بھاگ رہے تھے۔ دھڑا دھڑ بم پھٹ رہے اور آگ لگ رہی تھی۔ ہر طرف دھویں کے بادل نظر آرہے تھے۔ شور محشر برپا تھا۔ گولوں کے برسنے اور مکانوں کے گرنے کی غضبناک آوازوں سے کلیجہ بیٹھا جا رہا تھا۔ میں سرپٹ بھاگ رہا تھا اور زمین میرے پیروں کے نیچے سے نکلی جا رہی تھی۔ خدا یاد آرہا تھا اور بے بسی کی حالت میں خدا ہی ساتھ دیتا ہے۔ مجھے ایک گنجان سی جھاڑی نظر آئی۔ مگر وہ مشکل سے زمین سے

ڈیڑھ فٹ اونچی ہوگی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ میں جھٹ خرگوش کی طرح اُس کے اندر گھس گیا۔ اور اپنے آپ کو بہت محفوظ سمجھ کر دور دور بموں کے پھٹنے۔ مکانوں کے گرنے اور آگ ودھوئیں کا تماشہ دیکھنے لگا۔ ہوائی جہاز آتے اور دھڑ۔ دھڑ۔ دھڑ دھڑ کرتے گذر جاتے۔ ایک بم تو میرے قریب ہی گرا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ہوائی جہاز بہت تیزی سے چلا آرہا ہے۔ پھر بم پھٹنے کی آواز ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کمبخت تاک تاک کر مجھی پر نشانہ لگا رہا ہے۔ میں دم بخود پڑا تھا میرے اوپر سے ایک ہوائی جہاز کے گرنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی بم پھٹنے کی بھی آواز ہوئی۔ اس کے بعد مجھے خبر نہیں کہ کیا ہوا اور میرا کیا حشر ہوا۔

مجھے ہوش آگیا اور اپنے آپ کو رضائی کے اندر لیٹا ہوا محفوظ اور بخیریت پایا۔ میں نے اطمینان کی لمبی سانس لی۔ اور ہوش وحواس درست کئے۔ اُس وقت بجلی چمک رہی تھی اور بادل خوفناک آواز کیساتھ گرج رہا تھا۔ میں اٹھکر بستر پر بیٹھ گیا۔ بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سے آئے ہوئے ہوش اڑے جا رہے تھے۔ دل دھڑکنے لگا اور وحشت سے طبیعت بے قرار ہوگئی۔ ہر دفعہ بجلی کی چمک کیساتھ سنبھل کر بیٹھ جانا اور معلوم ہوتا کہ آسمان پھٹ پڑیگا اور پولے کرۂ ارض کو نیست ونابود کردیگا۔ خدایا رحم کر۔ رحم کر۔ مدد کر۔ مجھے خیال آیا کہ الماری میں عرق بید مشک کی بوتل رکھی ہوئی ہے۔ فوراً اٹھا الماری میں سے بوتل نکالی۔ گلاس میں تھوڑا سا عرق بید مشک انڈیل کر پی گیا۔ ذرا ہوش وحواس قائم ہوئے اٹھکر ٹہلنے لگا۔ طبیعت کو کچھ سکون معلوم ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ بجلی کا جوش وخروش بھی کم ہو رہا تھا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ ہلکی ہلکی خنکی محسوس ہو رہی تھی اور دل ودماغ کو فرحت معلوم ہوتی تھی۔

شام کا وقت تھا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ میں سیمنٹ کی کشادہ سڑک پر تفریح کو جا رہا تھا۔ دونوں طرف پھولوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ یہ سڑک تفریح گاہ کی سمت جاتی تھی جو ایک پُر فضا اور بلند مقام پر واقع تھی یہاں سے اطراف کا منظر نہایت پر لطف اور دلکش تھا۔ نشیبی حصّہ کی خوبصورت آبادی نظر آرہی تھی۔ سورج کی سنہری کرنیں درختوں کی چوٹیوں۔ میناروں اور سر بفلک عمارتوں پر پڑ رہی تھیں۔ دریا پر سورج کی کرنیں عجیب پر کیف سماں پیدا کر رہی تھیں۔ ایک سنہرا سیال مادہ بہہ رہا تھا۔ تفریح گاہ میں ہر طرف دلکش اور خوبصورت پھول اپنی مہک سے دل ودماغ کو فرحت دے رہے تھے۔ چاروں طرف سبزہ زار سے آنکھوں میں نور اترتا چلا آرہا تھا ٹھنڈی ہوا سے رنگ برنگ کے پھولوں کی خوبصورت کیاریاں لہلہا رہی تھیں۔ ہر طرف فوارے جاری تھے۔ میں سبزے کے اوپر ایسے مقام پر بیٹھ گیا جہاں سے ڈوبتا ہوا سورج۔ دور دور کی خوبصورت عمارتیں۔ ارد گرد کے لہلہاتے ہوئے سر سبز کھیت اور زمین کے نشیب وفراز عجیب دلچسپ سماں پیدا کر رہے تھے۔ دور میدان میں کچھ شامیانے نظر آرہے تھے۔ جہاں سبزے کے اوپر کچھ میزیں اور کرسیاں سلیقہ سے بچھی ہوئی تھیں۔ پوری جگہ رنگین جھنڈیوں اور خوشنما قمقموں سے آراستہ تھی۔ کہیں بگل بج رہا تھا اور کہیں سے بینڈ بجنے کی آواز آرہی تھی۔ ایک طرف سے نغمہ کی دلکش صدا سنائی دے رہی تھی۔ قریب کے ایک مکان سے آواز آئی۔

”ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ یہ آل انڈیا ریڈیو ہے۔ اب آپ ہندوستانی میں خبریں سنئے“

میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور آواز کی طرف کان لگا دئے ——

”جاگتے رہو“ پہرہ دار کی کرخت آواز سے میں جاگ پڑا۔ کوفت کیوجہ سے دل ہی دل میں پہرہ دار کو پچاسوں گالیاں دے ڈالیں۔

(واسط علی عباسی)

وفا کی دیوی

مجھے شکار کا بے حد شوق ہے۔ یہ نا ممکن ہے کہ دو چار دن کی تعطیل ہو۔ اور میں شکار کھیلنے نہ جاؤں۔ دیرہ دون کے قریب جنگلوں میں ہرن بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور اکثر شکار کے لئے جاتا ہوں۔ گذشتہ سال میں اور میرے چند دوست شکار کھیلنے اسی جنگل میں گئے۔ ایک دن کر دیئے حسب معمول شام کو تین بجے چائے وغیرہ پی کر شکار کے لئے چل دیئے۔ راستہ میں ایک سیاہ ہرن جھاڑی کے پیچھے سے نکل کر بھاگا۔ ہم نے بھی اپنے گھوڑے اس کے پیچھے ڈالدیئے۔ اس دوڑ دھوپ میں۔ میں اپنے دوستوں سے بچھڑ گیا۔ شام ہو چکی تھی۔

پریشان تھا۔ کہ کیا کروں۔ کہاں جاؤں۔ اسی ذہن میں رات کا کافی حصہ گذر گیا۔ ادھر بھوک پیاس نے میرا بُرا حال بنا رکھا تھا۔ آخرکار تھکن سے نڈھال ہو کر میں گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگا کہ شاید کوئی آبادی کا نشان نظر آجائے۔ کچھ دور ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ نظر آیا۔ میں فوراً اس طرف چل دیا۔ وہاں پہونچ کر میں نے دیکھا کہ ایک معمولی سی کٹیا ہے۔ اس کے سامنے ایک بوسیدہ قبر پر ایک چراغ روشن ہے۔ اور ایک آدمی بیٹھا ہے۔ میں نے غور سے دیکھا۔ کہ ایک جوان شخص جس کو زمانے کے حوادث نے وقت سے پہلے ضعیف بنا دیا تھا۔ خاموش بیٹھا ہوا ہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا رواں ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کو سلام کیا۔ اس نے ایک حسرت بھری نگاہ سے مجھے دیکھا۔ اور نحیف آواز سے پوچھا۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں نے تمام واقعہ اسکو سنایا۔ اور کہا کہ ایک رات میں آپکے یہاں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ مجھے اس کٹیا میں لے گیا۔ اور ایک معمولی سے پھٹے پُرانے (بوسیدہ) بستر پر آرام کرنے کو کہا اور کچھ دیر بعد جنگلی پھل میرے کھانے کو لایا۔ ہمت کرکے میں نے پوچھا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔ آہ میرے اس سوال نے اس کے دل پر نشتر کا کام کیا۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر رو پڑا۔ گو مجھے اپنے اس سوال پر افسوس تھا۔ لیکن واقعہ سننے کا بھی بے حد اشتیاق تھا۔ اشتیاق افسوس پر غالب آیا اور پھر میں نے اس سے واقعہ سنانے کا اصرار کیا۔ اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آپ میری داستان سننے کی ضد نہ کیجئے۔ آپ وہ روح فرسا واقعہ مجھے یاد نہ دلایئے۔ کیوں آپ میرے زخموں کو ہرا کرتے ہیں۔ فقیر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔"

نہیں۔ میں ضرور سنوں گا۔ آپ انکار کرکے میرے اشتیاق کو اور بڑھا رہے ہیں۔ خیر اگر آپ نہیں مانتے تو سنئے" "میں ایک دولتمند گھرانے میں پیدا ہوا۔ بہت ہی آرام و عافیت سے پرورش پائی۔ میرے والدین نے میری ناز برداری میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن میرے باپ تعلیم کے بہت دلدادہ تھے۔ انکی یہ خواہش تھی۔ کہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کروں۔ خواہ نوکری کروں یا نہ کروں۔ جب میں نے بی۔ اے۔ کا امتحان پاس کرلیا تو باپ کو میری شادی کی فکر دامنگیر ہوئی۔ میں باپ کے تقاضوں سے تنگ آگیا کیونکہ انکو اسی پر اصرار تھا اور وہ اکثر یہی کہتے تھے۔

"اختر تمہیں جمیلہ سے شادی کرنی پڑے گی" لیکن میرا جواب ہر بار نفی میں ہوتا تھا۔ آپ پوچھیں گے۔ کہ میں شادی سے کیوں انکار کرتا تھا۔ مجھ پر مغربی تعلیم کا کافی اثر پڑا تھا۔ میرے دماغ میں یہ خیال اچھی طرح سما گیا تھا۔ کہ شادی تعلیم یافتہ لڑکی سے کرنی چاہیئے۔ جو مغربی فیشن کی دلدادہ ہو۔ اسٹیج پر کھڑے ہو کر تقریر کرتی ہو۔ رسالوں میں مضمون لکھتی ہو۔ غرضیکہ ہر طرح سے یوروپین لیڈی سے کسی حالت میں کم نہ ہو۔ لیکن یہاں باپ مجھے ایسی لڑکی سے شادی کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ جسکی آج تک میں نے صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ وہ بالکل جاہل تھی۔ تعلیم کے نام سے چڑتی تھی۔ مغربی فیشن کا اس نے آجتک نام بھی نہ سنا تھا۔ لیکن میں باپ کی نافرمانی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اور مجبوراً مجھے جمیلہ کیساتھ شادی کرنی پڑی۔ شادی کیا تھی۔ میرے لئے وبال جان تھی۔ اس کو بات کرنیکا بھی شعور نہ تھا۔ آہ۔ میں اسکی شکل سے بیزار ہوگیا۔ اسلئے نہیں کہ وہ بدصورت تھی۔ نہیں! وہ بے حد حسین تھی۔ مگر آزادی و تعلیم کے زیور سے آراستہ نہ تھی۔ توہمات اور رسوم کی پابندی تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ یہی چیزیں تھیں۔ جنہوں نے شادی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے اس سے بیزار کردیا۔ تمام دن دوستوں میں پڑا رہتا۔ بارہ بجے گھر پہونچتا۔ اور صبح ہی جمیلہ کی صحبت سے گھبرا کر باہر نکل جاتا۔ ایک دن میں نے خیال کیا کہ یہ حالت کب تک جاری رہے گی۔ اور آخر میں نے دوسری شادی کرنے کی ٹھان لی۔

فیروزہ کا گھر میں آنا تھا۔ کہ گھر میرے لئے بہشت بن گیا۔ فیروزہ۔ تعلیم یافتہ اور آزاد تھی۔ چوبیس گھنٹے وہ میرے ساتھ رہتی۔ میرے ساتھ سینما دیکھتی۔ پارک میں سیر کرتی۔ بازاروں سے خود حسب منشا سامان خرید کر لاتی۔ غرضیکہ وہ مجھ سے خوش تھی اور میں اس سے۔ فیروزہ تو جمیلہ کو دیکھ کر ہمیشہ جلتی۔ لیکن جمیلہ اس سے محبت کرتی تھی۔ صرف اس لئے کہ میں فیروزہ سے محبت کرتا تھا۔ لہٰذا وہ اسکی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ لیکن ظالم فیروزہ اس سے نوکرنیوں سے بھی بدتر کام لیتی۔ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ دیتی۔ سال بھر میں دو موٹے جھوٹے جوڑے بنا دیتی۔ اور اس پر ہر طرح کے مظالم کرتی۔ لیکن جمیلہ میری وجہ سے سب کچھ برداشت کرتی۔

کبھی اُف بھی نہ کرتی۔ وہ فیروزہ کے جوتوں پر پالش کرتی۔ کپڑے بدلواتی۔ لیکن پھر بھی سنگدل فیروزہ اس سے خوش نہ تھی۔

ایک دن جمیلہ بخار کی شدت کے باعث گھر کے تمام برتن نہ دھو سکی۔ اور مجبور ہو کر پڑ رہی۔ فیروزہ بھلا اس بات کو کب برداشت کر سکتی تھی جب میں گھر میں آیا۔ تو فیروزہ نے رو رو کر بُرا حال کر رکھا تھا۔ میں اسکی یہ حالت دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ اور رونے کا سبب دریافت کیا۔ تو فیروزہ نے کہا۔ آج تمہاری چاہیتی جمیلہ نے مجھے طعنے دیئے۔ اور مارنے کو چڑھ آئی۔ میں ابھی اپنے گھر جاتی ہوں۔ کیا مجھے پٹوانے کے لئے ہی لائے تھے۔ میں یہ سنکر برداشت نہ کر سکا۔ اور لپک کر اس کوٹھری میں گیا۔ جہاں جمیلہ ایک ٹوٹی چارپائی پر پڑی ہوئی بخار اور جاڑے کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ اور نیم بیہوشی کی حالت میں تھی۔ میں نے غصہ میں چلا کر کہا۔ حرامزادی اب مکر کرکے پڑ گئی ہے۔ اور اسکی چوٹی پکڑ کر جانوروں کی طرح گھسیٹتا ہوا باہر لایا۔ اور فیروزہ کے قدموں پر ڈالدیا۔ جمیلہ حیران تھی۔ وہ رو رو کر کہتی تھی۔ میرے سرتاج مجھے معاف کر دو۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ میری حالت پر رحم کرو۔ خدا کے واسطے رحم۔ مجھے اپنی نوکرانیوں میں پڑا رہنے دو۔ لیکن میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور آدھی رات اس کو گھر سے باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا۔ یہ کہکر فقیر خاموش ہو گیا۔ میں نے دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسو مینہ کی طرح جاری تھے۔ چہرہ کا رنگ بالکل زرد ہو گیا تھا۔ اور بڑبڑانے لگا۔ ... میں نے آہستہ سے اسکے شانہ کو ہلا کر کہا۔ پھر کیا ہوا۔

پھر میری زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا۔ فیروزہ اب مجھ سے حد سے زیادہ خوش تھی۔ میں بھی اسکے ذرا سے اشارہ پر جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ لیکن مصیبت آتے دیر نہیں لگتی۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ میں بیمار ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ پلنگ سے اٹھنے کے بھی قابل نہ رہا۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا کہ اب فیروزہ میری جانب سے لاپرواہی برتنے لگی۔ اور دو دو دن تک اس کمرے کے سامنے سے بھی نہ گزرتی۔ ایک دن آدھی رات کو میں نے فیروزہ اور ایک غیر مرد کے ہنسنے کی آواز سنی۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ سا اٹھتا دکھائی دیا۔ بصد دقّت میں اٹھا۔ اور دیوار کا سہارا لیتے ہوئے گرتا پڑتا۔ کمرے میں پہونچا۔ آہ میں کیا بتاؤں کہ میں نے وہاں کیا دیکھا۔

"فیروزہ میرے ایک ہمسایہ کے زانوں پر سر رکھے لیٹی تھی"۔ میرے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ میں اس ارادہ سے آگے بڑھا کہ یا تو خود مر جاؤں گا۔ یا فیروزہ کی جان لونگا۔ مجھے دیکھ کر وہ چیخ مار کر ایک طرف ہٹ گئی۔ لیکن اس شخص نے مجھے اٹھا کر پٹک دیا۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کیا ہوا۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے کو ایک جنگل میں پڑا پایا۔ میرے سر میں سخت چوٹ آئی تھی۔ تمام کپڑے خون سے تر تھے۔ مجھ میں اسقدر قوت نہ تھی کہ میں اٹھ کر چل سکتا۔ شام تک وہیں درد کی وجہ سے پڑا تڑپتا رہا۔ لیکن رات کو سخت طوفان اٹھا۔ ہوا اسقدر زور سے چل رہی تھی کہ درخت ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ بادل خوفناک دیوؤں کی طرح آسمان پر دوڑ رہے تھے۔ بجلی کڑک کڑک کر زمین سے مل جاتی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس قدر زور سے بارش ہونے لگی کہ میں گھبرا اٹھا۔ آہ اسوقت کی حالت بیان سے باہر ہے۔ میں وہاں سے گھسٹتا ہوا آگے بڑھا۔ کہ بجلی پوری قوت سے تڑپی۔ مجھے ایک کٹیا نظر آئی۔ میں اس جانب بڑھتا جاتا تھا۔ اور مدد کے لئے پکارتا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سایہ کٹیا سے باہر نکلا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک درخت کے گرنے کی آواز آئی۔ اور وہ درخت جس کے نیچے سے میں گذر رہا تھا۔ مجھ پر گر پڑا۔ اور میری ٹانگیں اس کے نیچے دب گئیں۔ اور میں چلانے لگا۔ وہ سایہ پھرتی سے میری جانب بڑھا۔ اور مجھے اٹھا کر کٹیا میں لے گیا۔ اور ایک گھانس کے بستر پر لٹا دیا۔ وہاں ایک معمولی سا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ اس کی روشنی میں۔ میں نے دیکھا کہ وہ پیاری جمیلہ تھی۔ میرے منھ سے بیساختہ نکلا "جمیلہ" اس نے بھی مجھے غور سے دیکھا۔ اور ایک دم پہچان کر پیارے اختر کہہ کر وہ میرے قدموں پر گر پڑی۔ میری بری حالت تھی۔ میں نے جلدی سے اس کو اٹھا کر سینہ سے لگانا چاہا۔ لیکن آہ وہ مردہ تھی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے داغ مفارقت دے گئی تھی۔ اس وقت میری جو حالت ہوگی اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ کہ میری کیا حالت ہوئی ہوگی۔

تمام رات میں اس کی نعش کے سرہانے بیٹھا روتا رہا۔ اور صبح ہوئی تو آخری بار میں نے پیاری جمیلہ کو چھاتی سے لگا کر سپرد خاک کر دیا۔ آخر کٹیا میں آکر نڈھال ہو کر پڑ رہا۔ سامنے ہی کٹیا میں ایک

فوٹو لگا ہوا تھا جس پر سینکڑوں خشک پھولوں کے ہار لٹکے ہوئے تھے۔
آہ۔ کیا بتاؤں۔ وہ فوٹو میرا ہی تھا۔ وہ بار بار مجھے باوفا جمیلہ کی یاد میں
خون کے آنسو رلا رہا تھا۔ اور ہاں۔ یہ کٹیا جس میں ہم بیٹھے ہیں جمیلہ
ہی کے ہاتھ کی بنی ہے۔

وہ دیکھو۔ میری جمیلہ کی قبر ہے۔ وہ مجھے اپنے پاس بلا رہی ہے
وہ دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے۔ میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ یہ
کہہ کر وہ دیوانوں کی طرح اٹھ کر بھاگا۔ اور قبر پر "جمیلہ پیاری جمیلہ" کہتے ہوئے گر پڑا۔
میں نے جھپٹ کر اسے اٹھانا چاہا۔ لیکن اب وہ وہاں نہ تھا۔
وہ تو اپنی جمیلہ سے ملنے جا چکا تھا۔

(محمد حسین علوی شمس کاکوروی)

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن
میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات
دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔　　(اڈیٹر)

موسم۔ دن کو اب گرمی اچھی ہونے لگی ہے۔ دھوپ بہت تیز ہوتی ہے۔ بعض دن لو بھی چلتی ہے۔ دن میں عموماً ہوا تیز چلتی رہتی ہے لیکن کسی دن بعد غروب آفتاب ہوا بند ہونے سے حبس ہو جاتا ہے جس کے باعث گرمی کی تکلیف کے ساتھ مچھروں کی یورش ہونے سے نیند میں خلل واقع ہوتا ہے۔ رات گئے ہلکی چادر اوڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔
گزشتہ عشرہ میں بہت تیز آندھی آئی تھی۔ جس نے آم کے باغات کو بہت نقصان پہونچایا۔ جن باغوں کی فصلیں اُس وقت تک فروخت نہیں ہوئی تھیں اُن کے دام گھٹ گئے۔ بکثرت آم گر گئے اور اکثر باغوں میں پھیلے ہوئے درختوں کی بڑی بڑی شاخیں ٹوٹ گئیں۔ جس سے نہ صرف انھیں درختوں کو نقصان پہونچا بلکہ اُس کے قریب کے درختوں کے آم ضائع ہوئے۔

آب و ہوا۔ انفلوئنزا (نزلاوی بخار) کی شکایات سُنی جا رہی ہیں اور بعض لوگوں کو بے احتیاطی کی وجہ سے نمونیہ ہونے کا بھی حال معلوم ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ و مامون رکھے۔

معاودت وطن۔ (۱) منشی عبدالرحمٰن بی۔ اے (چودھری محلہ) انسپکٹر آبکاری دمکا، کلکتہ سے حصول رخصت عرصہ کے بعد معہ متعلقین وطن آئے ہوئے ہیں۔ (۲) منشی اکبر علی علوی بعد ختم امتحان الہ آباد سے کاکوری آئے ہیں۔ مولوی منیب الدین علوی و منشی احمد محسن علوی تعطیلات گرما کے سلسلہ میں دکن سے آئے ہیں۔

خوشخبری۔ (۱) انتہائی مسرت کے ساتھ یہ خبر سُنی جائے گی کہ ہمارے قصبہ کے ایک ہونہار نوجوان مشیر الملک والا قدر قاضی علی حیدر عباسی جو عرصہ سے ریاست بھوپال میں عہدۂ وزارت پر مامور تھے اب اُن کی ملازمت کو بھوپال سے گورنمنٹ نے مستعار لیکر ریاست ریوا کے پولیٹکل اڈمنسٹریٹر یا اڈوائزر کے عہدہ پر تقرر کیا ہے۔ پانچ ہزار ماہوار تنخواہ کے علاوہ تین ہزار روپیہ ماہوار الاؤنس ملیں گے۔ لکھنؤ میں فی الحال قیام ہوگا۔ اور اُن کے بھائی قاضی اشتیاق احمد عباسی بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا، لکھنؤ اسی سلسلہ میں مشیر قانونی بمشاہرہ ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوئے ہیں۔ ہم دونوں عزیزوں کو دلی ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہوئے آئندہ اور ترقیاں حاصل کرنے کی دعا کرتے ہیں۔
(۲) یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ مولوی رفیق الدین احمد بی۔ اے (مولوی محلہ) جو آل انڈیا انجمن ترقی اُردو، دہلی کے اخبار "ہماری زبان" کے اڈیٹر کے فرائض انجام دے رہے تھے اب آل انڈیا ریڈیو میں بمقام دہلی دو سو تیس روپیہ مشاہرہ پر مقرر ہو گئے ہیں اور اخبار کا بھی کام کرتے رہیں گے۔ خداوند کریم مبارک کرے۔ آئندہ اور بھی ترقیاں نصیب کرے۔

صحت و سکون۔ (۱) دختر قاضی راشد علیخان عباسی (قاضی گڑھی) کی طبیعت اب بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ اور نمونیہ کے اثرات بڑی حد تک زائل ہو چکے ہیں۔ البتہ ابھی ضعف کافی ہے تجویز دوا جاری ہے۔
(۲) لکھنؤ سے ایک اطلاع آئی ہے کہ منشی عرفان حسین مرحوم (تاڑتلہ) کے نواسہ کو نمونیہ ہو گیا تھا کئی دن سخت تکلیف رہی اب بفضلہ اچھا ہے۔ اور نمونیہ کے اثرات اب نہیں ہیں۔

علالتیں۔ (۱) شیخ محمد ایوب صاحب علوی (محلہ کٹرہ) کو گذشتہ ہفتہ میں شدید بخار آ گیا جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ کئی دن ٹمپریچر ۱۰۴ تک رہا مسہل دواؤں سے اجابتیں بھی کافی ہوئیں لیکن بخار ابھی تک اُترا نہیں ہے۔ بتدریج کم ہو رہا ہے۔ ٹمپریچر ۱۰۱ ۔۔۔

تک رہتا ہے۔ ضعف شدید ہوگیا ہے۔ باری تعالیٰ موصوف کو صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔ آج یکم مئی کو اطلاع ملی ہے کہ اب ٹمپریچر نارمل ہوگیا ہے۔

(۲) منشی محمد جواد علوی (محلہ قصبہ) کو گذشتہ ماہ میں طبیب معالج نے کئی دن منضج پلا کر چند مسہل دیئے تھے جس سے ضعف شدید ہوگیا تھا اور بلا اعانت نقل و حرکت دشوار ہوگئی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ بفضلہ ضعف بتدریج رفع ہو رہا ہے۔ اور ان مسہلوں سے اصل مرض فالج کو نفع پہونچنا محسوس ہوتا ہے۔ کمزوری کی وجہ سے اختلاجی کیفیت بڑھ گئی تھی اُس میں بھی اب کمی ہے۔ خدا کرے اصل مرض بالکل دفع ہو جائے۔

(۳) محمد نسیم علوی (محلہ گڑھی) میڈیکل کالج میں داخل ہوئے تھے تقریباً تین ہفتہ قیام رہا۔ ڈاکٹروں نے پورا نیچرل تشخیص کی تھی اور مزید امتحان ہو رہا تھا۔ نتیجہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ نسیم صاحب کالج سے چلے آئے ہیں شدید پرہیز کی وجہ سے ضعف کافی ہو گیا ہے۔ شکایات میں بھی بظاہر کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

تصحیح۔ گزشتہ پرچے میں صفحہ ۳ کالم ۲ میں ضیاء الدین کے بجائے ضیاء الحسن ہونا چاہیئے۔ اور صفحہ ۷ کالم ۲ کے حاشیہ پر قاضی احمد اللہ علوی کے بجائے احمد الرحمٰن علوی ہونا چاہیئے۔ ناظرین صحت فرمالیں۔

متفرقات۔ (۱) حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ اور حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کے اعراس ۲۰ ربیع الثانی (۷ مئی سنہ ۴۲ء) پنجشنبہ کے دن سے شروع ہوں گے۔ کاظم میاںؒ کا قل ۲۱ تاریخ (۸ مئی) جمعہ کو بعد نماز عصر اور تراب شاہؒ کا قل ۲۲ ربیع الثانی (۹ مئی) شنبہ کو بعد نماز ظہر ہوگا۔ ان تینوں دنوں میں دو محفلیں اول دن (پنجشنبہ) بعد نماز عصر و بعد نماز عشا۔ اور تین محفلیں دوسرے دن (جمعہ) صبح نو بجے۔ بعد نماز عصر۔ بعد نماز عشا اور تیسرے دن (شنبہ) دو محفلیں صبح و بعد نماز ظہر سماع کی ہوں گی۔ جن میں دور دور کے مشہور و معروف قوال آکر شرکت کرتے اور اپنے گانوں سے اہل محفل کو محظوظ و متاثر کرتے ہیں۔ دونوں راتوں کو مزارات پر روشنی قابل دید ہوتی ہے۔

(۲) معلوم ہوا ہے کہ لکھنؤ میں محلہ پاٹانالہ منشی عبد القیوم (احاطہ حضور صاحب) کے مکان میں نقب لگا کر گذشتہ عشرہ میں سرقہ کی واردات ہوئی جس میں ڈاکٹر مشتاق احمد علوی (محلہ باؤلی) کی اہلیہ کے قیمتی ملبوسات کے علاوہ ڈھائی تین سو روپیہ نقد بھی چور اٹھا لے گئے پولیس تحقیقات کر رہی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ چوروں کا پتہ لگ جائے گا۔ خدا کرے روپیہ اور کپڑے مل جائیں۔

حادثہ۔ ہم نے دلی رنج و افسوس سے اس خبر کو سُنا کہ ہر دلعزیز ڈاکٹر سید محمد ہاشم جو اپنی خرابی صحت کی وجہ سے سال گذشتہ کاکوری سے پنشن لے کر گئے تھے۔ گذشتہ فروری میں دوبارہ فالج کے حملہ کے علاج کے لئے بھوپال گئے تھے اور وہاں اُن کی طبیعت رو بہ صحت ہونے کا بھی حال معلوم ہوا تھا دفعتاً حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے انسان تھے اور کئی سال تک قیام کاکوری کے زمانہ میں قصبہ کے ہر طبقہ کے لوگوں میں بہت ہر دلعزیز رہے۔ اور ہندو مسلمان یکساں طور پر مرحوم کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کا برتاؤ عوام و خاص کے ساتھ نہایت شریفانہ و ہمدردانہ تھا۔ ہم کو اس حادثۂ عظیمہ میں مرحوم کے صاحبزادوں۔ بیوہ اور لڑکیوں سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

(۲) ہم نے دلی رنج و افسوس سے اس خبر کو سُنا کہ بمقام الٰہ آباد منشی مشیر احمد علوی ناظر بی۔ اے کی ڈیڑھ سالہ بچی نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ والدین کو صبر دے۔ ہمکو اس حادثہ میں مشیر احمد صاحب اور انکی اہلیہ سے دلی ہمدردی ہے

مرگ مفاجات۔ معلوم ہوا کہ ایک شخص رام لال نامی ساکن محلہ شاہی گڑھی نہر کے قریب ایک تاڑ کے درخت پر چوری سے تاڑی اُتارنے غالباً شب کے وقت چڑھا تھا کہ درخت پر سے گر کر فوراً فوت ہو گیا۔ صبح کو اُسکی لاش دیکھی گئی جسکا کچھ حصہ جسم کو گیدڑوں نے کھا لیا تھا۔

(بسلسلہ متفرقات) (۳) سُنا گیا ہے کہ ۲۸ اپریل سنہ ۴۲ء کو منگل کے دن ۱۰ بجے دن کے وقت مسمی علی بخش اپنے مکان واقع محلہ شیخ سعدی سے باغ کی فصل کی رقم مبلغ تینتیس ۳۳ روپیہ چودھری محلہ میں مالک باغ کو ادا کرنے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے پیچھے سے آکر دفعتاً علی بخش کی آنکھوں میں کافی مقدار میں مٹی جھونکدی جس سے وہ گھبرا گئے اور رقم مذکور جو اُنکے ہاتھ میں تھی زمین پر گر پڑی جسکو وہ شخص لیکر چلدیا۔ ملزم کو علی بخش نہ دیکھ اور پہچان سکے۔ دن دہاڑے اس قسم کے واقعہ کا ہونا تعجب خیز ہے۔

(باہتمام سید توسل حسین پرنٹر انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر سید محمد مشیر الدین نے دفتر کاکوری اخبار (مولوی محلہ دلال الی) کاکوری سے شائع کیا)